



ذلت و نکبت کے دن گزار رہی تھی اور یوں لگتا تھا کہ گویا یہ قوم رسوائی اور غلامی کی زندگی پر قانع ہو چکی ہے اور ذلت اُن کا مقدر بن چکی ہے۔ نبی اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعاؤں کو سنا اور اُن کی ہدایت اور راہبری کے لیے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلسل جدوجہد کے ذریعہ حالات کو سدھارنے کی کوشش کی مگر فرعون کو ان اصلاحی کوششوں کے پیچھے اپنے اقتدار کا سنگھاسن ڈگمگانا ہوا نظر آنے لگا اور وہ ان اصلاحی کوششوں کو ناکام کرنے پر تل گیا۔ آخر کار اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائیں۔

بنی اسرائیل کی پوری تاریخ ہی دین سے دوری، نافرمانی اور سرکشی سے لبریز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری قوم نے دیکھ لیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرعون کے ظلم و استحصال سے نجات دی اور پھر اُن ظالموں کو اُن کے آنکھوں دیکھنے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ پھر سینا کے صحرا میں اُن کو بھوک پیاس اور دھوپ سے محفوظ رکھا۔ مگر یہ قوم کہ غلامانہ ذہنیت ہی جس کی سرشت بن چکی تھی مصریوں کے عقائد سے بڑی طرح متاثر ہو چکی تھی اور مصریوں کے مشرکانہ تمدن میں رنگی جا چکی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند دن کی غیر حاضری کے دوران شرک جیسی قبیح برائی میں مبتلا ہو گئی۔

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْۢ بَعْدِكَ  
مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ  
خَوَاسِطٌ اَلَّذِيْنَ رَاوْا اَنَّهُ لَا يَكْلِيْهُم  
وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۗ اتَّخَذُوْا  
ذِكْرًا ظٰلِمِيْنَ ۔

(الاعراف - ۱۴۸)

بھی انہوں نے اسے معبود بنا لیا اور وہ سخت

ظالم تھے۔

پوری قوم کی بے حسی کا یہ عالم تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے سوا کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ تھا جو قوم کو اُس کی اس غلط روش پر نیکر کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے واپس آ کر قوم کو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اسلامی ضابطہ حیات سے روشناس کیا، اور اسے اختیار کرنے کی تلقین کی :-

وَكُنْتُمْ لَهُ فِي الْآلَاءِ مِنْ مَكْلٍ شَيْءٍ  
مَرْغِطَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ ج  
فَخَذُّهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا  
بِحَسَنِهَا ۗ سَأُوذِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ  
اور ہم نے موسیٰ کو ہر شعبہ زندگی کے متعلق  
نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت تختیوں  
پر لکھ کر دے دی اور اس سے کہا کہ ان ہدایات  
کو مضبوط یا تھوڑے سے سنبھال اور اپنی قوم کو حکم  
دے کہ ان کے بہتر مفہوم کی پیروی کریں۔ عنقریب  
میں تمہیں فاسقوں کے گھر دکھاؤں گا۔  
(الاعراف - ۱۴۵)

مگر یہ قوم فقہی مویشکانیوں میں پڑ گئی اور مختلف حیلوں سے احکام الہی کو پس پشت ڈالتی رہی۔ بنی اسرائیل  
سے وعدہ کیا گیا تھا کہ خطہ فلسطین میں اسے آباد کیا جائے گا تاکہ وہ وہاں ایک اسلامی ریاست قائم کر کے  
دنیا کی گمراہی کی گھمبیر تارکیوں پر ہدایت کی مشعل روشن کرے۔ مگر یہ لوگ جہاد سے جی چرانے لگے۔ آخر اس  
بد بخت قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تک کہہ دیا:-

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَمَنْ بَكَ فَقَاتِلْ اِنَّا هَاهُنَا  
قَاعِدُونَ - (المائدہ - ۲۴)  
تم اور تمہارا رب ہی جا کر دشمنوں سے لڑو،  
ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

ان کے جہاد سے جی چرانے پر اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس اس نسل پر حرام کر دی اور وہ نسل جو اس وقت  
موجود تھی اس کا ایک فرد بھی (حضرت موسیٰ کے دو مخلص صحابیوں کے سوا) فلسطین میں داخل نہ ہو سکا۔ سیدنا  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کئی برس بعد ارض فلسطین فتح ہوئی۔ وہ بھی شاید نئی نسل کی اسلامی زریعت  
کے بعد۔ مگر اس قوم کی سرشت میں نافرمانی گو یا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ان لوگوں نے اللہ کی آیات کو  
جھٹلایا۔ اللہ کی آیات کی غلط اور من مانی تائیدیں کر کے کتاب اللہ کو اپنی خواہشات نفس کے تابع بنا لیا۔  
مشرک قوموں کے اثرات قبول کر کے شرک و جاہلیت کے ہر فتنے میں مبتلا ہوئی۔ شریعت الہی کے احکام کو  
مسخ کیا اور دین کی روح کو کسر ختم کر دیا۔ ان کی اصلاح اور اقامت دین کے لیے انبیاء کرام اور مصلحین  
اٹھے تو ان کو جھٹلایا اور ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی کہ بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو  
پھانسی پر چڑھایا۔

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ -  
انہوں نے (نبیوں کے) ایک گروہ کو جھٹلایا  
اور ایک گروہ کو قتل کیا۔  
(المائدہ - ۷۰)

اللہ تعالیٰ نے سبت کے دن کو اُن کے لیے فراغت کا دن بنایا تھا مگر اس دن میں انہوں نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی۔

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الذِّبْنَ اَعْتَدُوا مِنْكُمْ  
اور تمہیں اُن کا معاملہ تو معلوم ہے جنہوں  
فِي السَّبْتِ فَلَمَّا لَهَرُ كُوْنًا قِرَادًا حَسِيْنًا  
نے سبت کے روز زیادتی کی تھی تو ہم نے اُن  
سے کھاتم دھتکار سے بوڑھے بند رہو جاؤ۔  
(البقرہ-۶۵)

سزین فلسطین میں وہ کوئی مضبوط حکومت قائم نہ کر سکے۔ جتنے قبیلے تھے اتنی ہی ریاستیں وجود میں آگئیں اور ہر ریاست اقامت دین سے غافل تھی۔ فلسطین اور شام کی اصل قوموں جتیوں، اموریوں، کنعانیوں، فزریوں وغیرہ قوموں میں بدترین قسم کا شرک اور اس پر مبنی انتہائی ظالم اور گندہ معاشرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم موجود تھا کہ مشرک اور ظالم قوموں کو جہاد اور تبلیغ سے ختم کر کے فلسطین میں اسلامی ریاست قائم کی جائے۔ مگر بنی اسرائیل کی جہاد سے غفلت اور تن آسانی کی وجہ سے نہ تو ان قوموں کا قلع قمع ہو سکا اور نہ کوئی متحدہ اسلامی ریاست قائم ہو سکی۔ اس انتشار کی وجہ سے وہ مشرک اور بد عملی کی اُن تمام آلائشوں میں ملوث ہو گئے جن میں پہلی تو ہیں لتھڑی ہوئی نفیس۔ اُن مشرک قوموں کی اعتقادی گمراہیوں اور عملی برائیوں سے بچنے کی انہیں خاص تلقین کی گئی تھی مگر یہ اُن قوموں کے مشرکانہ اعتقادات اور اُن کی تہذیب کو اپنائے بغیر نہ رہ سکے۔ اسرائیلیوں نے انہی تاریک اور تباہ کن راستوں کو اختیار کر لیا جن سے دنیا کو بچانے کے لیے انہوں نے اپنے خدائے بزرگ و برتر سے عہد کیا تھا۔ مشرک قوموں سے اختلاط کی وجہ سے اپنے قومی تشخص، اپنے تمدن کی انفرادیت، اپنے مبنی بروحی اعتقادات اور اپنے نظریہ حیات کی حفاظت میں وہ ناکام رہے۔ جہاد سے جی چرانے لگے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ تک وہ پوری طرح مشرک قوموں کے تہذیب و تمدن میں رنگے جا چکے تھے۔ مگر شاید ابھی اُن کی مکمل رسوائی اور ذلت مطلوب نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اور ہمت دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے اُن کی اصلاح کی کوشش کی۔ ان کے اعتقادات کی تطہیر کی اور ان کے اندر جہاد کی روح پھونکی اور وہ تباہی کی طرف کشاں اور رواں دواں قوم کو ایک بار سنبھالنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اسرائیلیوں میں طوائف الملوک کی کاہر دور دورہ شروع ہو گیا۔ بنی اسرائیل پھر دو ریاستوں میں تقسیم ہو گئے اور بد عملی کی آلائشوں میں گمراہی تک دھنس گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آلیا۔

اور ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو  
اس فیصلے سے خبر دلاؤ تہنیدہ کر دیا تھا کہ تم دو  
مرتبہ زمین میں نساہِ عظیم برپا کر دو گے اور بڑی  
سرکشی دکھاؤ گے۔ آخر کار جب پہلی سرکشی  
کا موقع آیا تو اسے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے  
مقابلے پر اپنے ایسے بندے اٹھائے جو نہایت  
زور آور تھے۔ وہ تمہارے ملک میں گھس کر  
ہر طرف بھیل گئے۔ یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا  
ہو کہ یہی رہنا تھا۔

وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ  
لَتَقْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ  
عُلُوًّا كَبِيرًا - فَاذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهِمَا  
بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ  
شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَ  
كَانَ دَعْوًا مَفْعُولًا -

(بنی اسرائیل - ۴-۵)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ وعید اس طرح پوری ہوئی کہ پہلے آشوریوں نے اسرائیل کی ریاست سامریہ کو  
ناخت و تاراج کیا۔ وہاں کے اسرائیلیوں کو شام اور دوسرے ملکوں میں تشریف بٹھ کر دیا۔ اُن کی تہذیب کو بلیا  
میٹ کیا۔ اُن کی نسل کُشی کی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اہل بابل نے یہ شلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ہیکل سلیمانی کو  
مسمار کر دیا۔ تمام معاہدہ کو منہدم کر دیا۔ تورات کے تمام نسخے جلا دیے۔ قتل عام کیا گیا۔ عورتوں کی عصمت دری  
کی گئی۔ اس عذاب سے انہیں کہیں پناہ نہ ملی۔ چاروں طرف سہمے ہوئے بچے۔ تھے جن کو غلام بنا لیا گیا  
تھا۔ دم توڑتی ہوئی عصمتوں کی چیخ پکار تھی اور زنا فرمان جو انہوں کی بے بسی تھی۔ اُن کے عالم اور سببی  
اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ مگر دعا کی قبولیت کا وقت تو جا چکا تھا۔ مہلت ختم ہو چکی تھی۔  
تباہی کے کھڑ میں رُو ہلکی ہوئی قوم کو بے وقت دعائیں کیسے بچا سکتی ہیں۔ — بچے کھچے اسرائیلیوں کو  
اہل بابل ریوڑوں کی طرح ہانک کر بابل لے گئے جہاں کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ وہ موت  
کے لیے پکارتے تھے مگر موت اُن سے دور بھاگتی تھی اور ذلت و رسوائی سامنے آتی تھی۔ یوں وہ سالہا سال  
تک اس ذلت ناک عذاب میں مبتلا رہے۔ اللہ کی کتاب سے محروم کر دیے گئے۔ اپنی تہذیب اور اپنی روایات  
سے بیگانہ ہو کر رہ گئے۔ ان کی قومی زبان عبرانی تک باقی نہ رہی۔

آخر کار اُن میں اس زمانے کے نبی حضرت عزیر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انہوں نے قوم کی اصلاح کا  
بیڑا اٹھایا۔ انہوں نے توراہ دوبارہ مرتب کی۔ ان کے اصلاحی اور تجدیدی کارناموں سے بنی اسرائیل میں

دینی روح بیدار ہوئی اور انہوں نے من حیث القوم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔ تب اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ایک بار پھر انہیں ڈھانپ لیا۔ ایرانی بادشاہ ذوالقرنین (سائرس یا خورس یا خسرو) نے بابل کی بت پرست سلطنت کا خاتمہ کر کے اسرائیل کو رہا کر دیا۔ اور ان کو دوبارہ فلسطین میں ہیكل سلیمانی تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ یوں ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل فلسطین میں اپنی آنا دریا ست قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ ایک مرتبہ پھر اسرائیلی اندرونی انتشار اور نفاق کا شکار ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی ان پر مسلط ہو گئے۔

یونانیوں نے ان کی تہذیب کو بیخ و بن سے اکھاڑنا شروع کیا حتیٰ کہ بیت المقدس اور دیگر عبادت گاہوں میں بت رکھوا دیے۔ یونانیوں کے بعد رومیوں نے ان کی جگہ لے لی۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک اس نافرمان قوم کی سرکشی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے پاک باز اور معصوم انسان کو شہید کر دیا۔ ان کا اجتماعی ضمیر اس قدر مردہ ہو گیا تھا کہ اس نیک انسان کے قتل کے خلاف پوری اسرائیلی قوم میں ایک آواز بھی نہ اٹھی۔ پھر حضرت مسیح کو ستانے اور ان کو ایذا پہنچانے کی حد کر دی۔ ان کو نعوذ باللہ دلدار لڑنا کہا گیا۔ ان کی تضحیک کی گئی۔ آخر کار ان کو بغاوت کے جھوٹے الزام میں رومی کافرانہ عدالت کے حوالے کر دیا۔ تب حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کو اس دردناک عذاب کی خبر دے دی جو اس بدکردار اور مقہور قوم پر ٹوٹنے والا تھا۔

”اے یروشلم اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا جو نیرے پاس بھیجے گئے اور ان کو سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں مگر تو نے نہ چاہا۔ دیکھو تمہارا گھر تمہارے لیے ویران چھوڑا جاتا ہے“ (متی باب ۲۳)۔

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو کر یا نہ جائے“ (متی ۲۴)۔

”اے یروشلم کی بیٹیوں میرے لیے نہ روتے اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے روتے کیونکہ دیکھو وہ دن آتے ہیں جب کہیں گے کہ مبارک ہیں بانجھیں اور وہ پیٹ جو نہ جھنڈا درود چھاتیان جنہوں نے دودھ نہ پلایا۔ اس دن وہ پہاڑوں سے کنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور

ٹیلوں سے کہ ہمیں چھپالو (لوقا باب ۲۳-۲۸)

اور قرآن کریم نے اس گزرنے ہوئے ذلت آمیز عذاب کی ان الفاظ میں خبر دی ہے۔

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءَ  
وُجُوهَكُمْ دَلِيلًا خَلُّوا الْمَسْجِدَ  
كَمَا دَخَلْتُمُوهُ أَوَّلَ قَمَاتٍ ذَلَّيْتُمْ رُودًا مَّا  
عَلَوْا تَتَّبِيرًا -

پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا

تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا

تاکہ وہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد

(بیت المقدس) میں اسی طرح گھس جائیں جس

طرح پہلے دشمن گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا

(بنی اسرائیل - ۷۷)

ہاتھ پڑے اُسے تباہ کر کے رکھ دیں۔

یہودیوں نے رومیوں کے خلاف بغاوت کی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے بعد رومیوں نے لاکھوں یہودیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ہزاروں محصور بچوں کو غلام بنا لیا اور لاکھوں خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اپنے ساتھ لے گئے۔ ہزاروں آدمیوں کو جنگلی جانوروں سے پھڑوا دیا گیا اور بے شمار انسانوں کو جنگی وحشیانہ کیمپوں میں محصور کر دیا گیا۔ بیگلر سلیمانی کا کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو اپنی جگہ چھوڑ گیا ہو۔ مقصور اسرائیلی قوم دنیا میں انتہائی ذلت کے ساتھ نتر بتر کر دی گئی اور فلسطین میں اس کا داخلہ تک بند کر دیا گیا۔

وَقَطَعْنَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَهْمًا (الاعراف ۱۶۸)۔ ہم نے ان کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی قوموں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس طرح دنیا کی ایک اور عظیم قوم اپنی بد کرداری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اپنے عہد کو

فراموش کر دینے کی بنا پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پستیوں میں لٹھ حکا دی گئی۔ قرآن کریم کی روشنی میں قوموں کے عروج و زوال کے اس سرسری مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ جب کوئی قوم مادّی خوشحالی، بلند معیار زندگی، اور ایک بڑے آسائش جیات ہی کو اپنا مقصد زیست بنا لے، اور پھر اس کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، جبر و استحصا، ظلم و تعدی اور ناتوان، کمزور اور بے بس عوام کی حق تلفی کو اپنا شعار بنا لے، اللہ تعالیٰ سے اپنے کیے ہوئے عہد و وفا کو پس پشت ڈال دے، رزیلوں کو اپنا حاکم اور شریفوں کو اپنے معاشرہ میں نکتہ نیا کر رکھ دے، تو اس کے بعد سنت الہی کے مطابق، عذابِ خداوندی کا کوڑا اس پر برس کر رہتا ہے، اور ایسی قوم کی تباہی قضائے مبرم بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت بے پایاں کے تصدق میں ہم کو اس انجام بد سے محفوظ رکھے اور ہم گناہگاروں کے قلوب میں احساس زریاں بیدار کر کے ہمیں اپنی سچی اطاعت کی توفیق سے بہرہ یاب کر دے۔ آمین!